Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Educatio & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

یورپ میں مقیم مسلم اقلیتوں کو درپیش منتخب معاشرتی مسائل سے متعلق یورپی کونسل برائے افتاو تحقیق کے فتاوی کا تجزیہ

مفتی محمد سلیمان

ایم فل اسکالر اسلامک اسٹڈیز رفاہ انٹر نیشنل یونی ورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر محمد کاشف شیخ

ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامک اسٹڈیز رفاہ انٹر نیشنل یونی ورسٹی اسلام آباد

قیصر جبران

پی ایچ ڈی اسکالر اسلامی فکر و تہذیب، انٹر نیشنل اسلامی یونی ورسٹی ملائشیا

Abstract:
Islam provides comprehensive way of life, offering guidance across all circumstances. It not only addresses the needs of the majority but also provides a framework for minorities to navigate their lives. In today's world, nearly half of the global Muslim population resides in non-Muslim majority countries, facing challenges that were not encountered by Muslims in previous eras. These challenges are particularly evident in European countries, where Muslims constitute a minority and grapple with various issues, including those related to societal norms on Halal and Haram, as well as political, familial and economic matters. To address these challenges, Islamic Jurists have developed guidance rooted in the Quran and Sunnah, known as "Fiqh al-Aqalliyat" (Jurisprudence for Muslim Minorities). Fiqh al-Aqalliyat is a contemporary concept in Islamic jurisprudence, formulated with an awareness of modern circumstances and needs. In response to these evolving issues, various institutions for collective ijtihad (independent reasoning) have been established globally. Among these is the European Council for Fatwa and Research, which offers solutions to

the unique challenges faced by Muslim minorities in Europe, within the framework of the Quran and Sunnah. This paper critically examines the some selected Fataawa relaed to the social issued by the European Council for Fatwa and Research concerning Muslim minorities.

Keywords: Muslim Minorities, European Council for Fatwa and Research, Social Issues, Fiqh al-Aqalliyat, Collective Ijtihad.

دور حاضر میں جب کہ دنیا کی لگ بھگ نصف مسلمان آبادی ان ممالک میں ہے جہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہے [1]۔ یہ مسلم اقلیتیں ایسے مسائل سے دوچار ہیں جن سے گزشتہ ادوار میں مسلمانوں سے کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ ان ممالک میں یورپ بھی ہے جہاں پر مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کو مختلف قسم مسائل درپیش جن میں سے حلال وحرام سے متعلق معاشرتی مسائل، سیاسی مسائل، عائلی اور معاشی مسائل نمایاں ہیں۔ ان مسائل کے حل کیلئے فقہائے کرام نے ان مخصوص حالات کے پیش نظر ان علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کا حل جس انداز میں پیش کیا ہے ،اسے فقہ الاقلیات کانام دیا گیا ہے ،فقہ الاقلیات دور حاضر کی ایک نئی اصطلاح ہے جو حالات اور زمانہ کی رعایت کو پیش نظر رکھ کر وضع کی گئی ہے۔ ان پیش آمدہ مسائل کے حل کیلئے دور حاضر میں مختلف ممالک میں مختلف اجتماعی اجتھاد کے ادارے قائم کیے گئے ہیں ان میں سے اجتماعی اجتھاد کا ایک ادارہ یورپی افتاء کونسل بھی ہے، جو کہ یورپ میں موجود مسلم اقلیتوں کو درپیش مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ زیر نظر مقالے میں یورپی کونسل برائے افتاء و تحقیق کے مسلم اقلیتوں سے متعلق منتخب معاشرتی مسائل پر مبنی فتاوٰی کے تجزیے کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یورپی کونسل برائے افتاء وتحقیق

اس کونسل کا نام "المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث" تجویز کیا گیا جو کہ انگریزی میں "European Council for Fatwa and Research" کہلاتا ہے۔ یورپی افتاء کونسل کا تعارف یوں پیش کیا گیا ہے:

---

[1] مولانا ذکی الرحمٰن غازی مدنی، مسلم اقلیتوں کے شرعی مسائل (کراچی: ادارہ تحقیقات، 2022ء)87

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

"هو عبارة عن هيئة إسلامية متخصصة مستقلة، ويتكون من مجموعة من العلماء"۔[2]

"یہ ایک اسلامی اختصاصی (اجتماعی اجتھاد کا) ادارہ ہے جو کہ علماء کے ایک مجموعے پر مشتمل ہے۔" کونسل کا موجودہ صدر مقام آئرلینڈ میں ہے۔

کونسل کا تاریخی پس منظر

یورپ میں مقیم مسلمانوں کی پہلے پہل موجودگی دوسری صدی ہجری میں بتلائی جاتی ہے ۔مؤرخین کے مطابق یورپ میں مقیم مسلمانوں کی اقامت کے چار مراحل ہیں۔ان میں سے آخری مرحلہ وہ ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں ۔اس مرحلے میں بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں نے کاروبار،روزگار اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے یورپ کے مختلف ممالک میں رہنا پسند کیا اور وہاں رہائش پذیر ہوگئے ۔ان مسلم اقلیتوں کو پیش آنے والے مسائل کے حل کیلئے وہاں کے مقیم علماء کی چھوٹی چھوٹی مختلف تنظیمیں اور اسلامی سنٹرز وجود میں آنا شروع ہوگئے ہیں۔رفتہ رفتہ ان اداروں اور سنٹر کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔اسی وجہ سے ان اداروں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کیلئے کئی تنظیمیں وجود میں آگئیں ۔ان میں سے ایک "اتحاد المنظمات الاسلامیۃ فی اوروبا"قابل ذکر ہے۔یورپی کونسل برائے افتاء و تحقیق اسی اتحاد کے مختلف سیمیناروں اور مجالس کا نتیجہ ہے"۔[3]

باہمی تعلقات سے متعلق مسائل

مسلم اقلیتوں کو غیر مسلم معاشرے میں جو معاشرتی مسائل درپیش ہوتے ہیں ان میں پہلا مسئلہ سلام کا ہے۔

سوال یہ کیا گیا کہ کیا غیر مسلموں کو لفظ سلام کیساتھ سلام کرنا جائز ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا کہ غیر مسلموں کو سلام کرنا جائز ہے اور یہ نص سے ثابت ہے اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک مجلس سے ہوا جس میں مسلمان،مشرکین اور یہود سب شریک تھے تو آپ ﷺ نے ان پر سلام کیا۔ [4] بلکہ غیر مسلموں پر مطلقاً سلام کرنا لفظ سلام کیساتھ جائز ہے۔اور یہ رائے صحابہ کرام میں سے ابن عباس ،ابن مسعود ،اور ابو

---

[2] موقع المجلس الاوروبی للافتاء http://www.e-cfr.org

[3] حافظ محمد زبیر، عصر حاضر میں اجتماعی اجتھاد ایک تجزیاتی مطالعہ (پی ایچ ڈی مقالہ) (2010ء)، ص500۔

[4] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، (دار طوق النجاۃ، 1422 ھ) رقم:5899)۔(مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري: المسند الصحیح، (دار إحياء التراث العربي- بيروت) بَابُ النَّهْيِ عَنِ ابْتِدَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ بِالسَّلَامِ وَكَيْفَ يُرَدُّ عَلَيْهِمْ: رقم1798)

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

امامہ کا ہے اور اسی طرح عامر الشعبی، عمر بن عبد العزیز، اوزاعی، سفیان بن عینیہ کا بھی ہے۔ اور متاخرین علماء میں سید رضاء وغیرہ نے اس رائے کو راجح قرار دیا ہے۔ اور یہی بات حق کے قریب ہے۔[5] غیر مسلم کو سلام کرنے کے حوالے سے کونسل نے مطلق جواز کا فتویٰ دیا ہے اور یہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین میں ابن عباس، ابن مسعود اور ابو امامہ کی ہے اور تابعین میں عامر الشعبی، و عمر بن عبد العزیز، امام اوزاعی اور سفیان بن عینیہ کی ہے اور متاخرین فقہاء میں سید رضا وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔ لیکن دوسری طرف اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

ایک روایت حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

»لَا تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ[6]. «

"یہودیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اگر تم کسی یہودی کو راستے میں پاؤ تو اسے ہٹ کر چلنے پر مجبور کرو۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنكم لاقُونَ اليهودِ غداً فلا تبدؤوهم بالسَّلامِ فإن سلّموا عليكم فقولوا وعليكَ[7]

"تم کل صبح (میدان جنگ) میں یہودیوں سے ملنے والے ہو۔ لہٰذا تم انہیں سلام کرنے میں پہل نہ کرنا۔ اگر وہ تم سے سلام کریں تو صرف "وعلیکم" (یعنی تم پر بھی ہو) کہنے پر اکتفاء کرنا۔

ابو بصرہ غفاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا:

إني راكبٌ إلى يهودٍ فمن انطلقَ معي فإن سلّموا عليكم فقولوا وعليكُم وزادفانطلقنا فلما جئناهم سلّموا علينا فقلنا وعليكم[8]

"میں یہودیوں کے پاس جا رہا ہوں جو میرے ساتھ چلنا چاہیے چلے لیکن اگر وہ سلام کریں تو تم ان کے سلام کے جواب میں صرف وعلیکم پر اکتفاء کرنا، ہم اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کے

---

[5] عبد اللہ بن یوسف الجدیع، (جمع، نسق و تخریج) القرارات والفتاوی الصادرۃ عن المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث، رقم الفتوٰی: 107۔ ص 293

[6] مسلم، المسند الصحیح، رقم 5789

[7] بخاری، الصحیح، رقم 6928

[8] أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303 ھ) المجتبى من السنن، (سنن نسائی) رقم، 10220

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

ساتھ یہودی قبائل کی طرف گئے، جب یہودیوں نے ہمیں سلام کیا تو ہم نے وعلیکم کہہ کر انہیں جواب دیا۔ تنویر الابصار اور رد المختار میں ہے کہ:

(ولو سلم على الذمي تبجيلا يكفر) لان تبجيل الكافر كفر[9]،

ترجمہ: اگر مسلمان کسی ذمی کافر کو تعظیم کی نیت سے سلام کرے تو وہ کافر ہو جائے گا اس لئے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ذمی کافر کو سلام کرنا جائز نہیں ہے تو حربی کافر کو تو بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہے۔

فتاوی ھندیۃ میں ہے کہ:

وَلَا يَبْدَؤُهُمْ بِالسَّلَامِ وَيَرُدُّ عليهم بِقَوْلِهِ وَعَلَيْكُمْ فقط۔[10]

غیر مسلموں کو ابتداءً سلام کرنا جائز نہیں ہے البتہ اگر وہ سلام کرے تو جواب میں صرف "وعلیکم" کہہ سکتے ہیں، ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو ابتداءً سلام بھی جائز نہیں ہے اور اگر وہ کریں تو صرف وعلیکم پر اکتفاء کیا جائے گا۔[11]

---

[9] حصکفیؒ، الدر المختار شرح تنویر الأبصار، (دار الکتب العلمیۃ، 1423ھ - 2002م) باب الاستبراء وغیرہ، ج1 ص666

[10] الفتاوی الھندیۃ، (دار الفکر، بیروت. لبنان 1411ھ - 1991م) ج2 ص250

[11] الدر المختار (رد المحتار) ج6 ص412

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

سماجی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر مسلموں کو سلام کرنے کا جواز

سلام چونکہ اسلامی شعار ہے زیادہ تر سلف وخلف اس کے قائل ہیں کہ غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جائے گا اور اس کے سلام کا جواب بھی وعلیک یا وعلیکم کی حد تک دیا جائے گا اس سے زیادہ نہیں۔جن اصحاب نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک سلام کو عام کرنے کا حکم ہے اس لئے غیر مسلم کو بھی سلام کیا جا سکتا ہے۔

ان سب اقوال کی روشنی ہم اگر دور حاضر ہم ایسے معاشرے کے بارے میں سوچیں جہاں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملاجلا اور مخلوط معاشرہ ہو اور جہاں دونوں کے درمیان سماجی،ثقافتی ،معاشی غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود[12] ہو ۔اگر اسی طرح معاشرہ میں کوئی مسلمان غیر مسلم کو مسنون طریقے سے سلام کرے تو یہ عمل خلاف سلف نہ ہوگا۔یہ ممکن ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اسلامی آداب سے مانوس ہو جائے۔اور اسلام کی حقانیت اور معنویت ان پر زیادہ بہتر طریقہ سے واضح ہو جائے"۔

غیر مسلم کو ان کی عیدوں کے مواقع پر مبارکباد دینا

غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کو پیش آمدہ مسائل میں سے یہ بھی بہت اہم مسئلہ ہے تو اس حوالے یورپی افتاء کونسل کا فیصلہ یہ ہے کہ جس طرح غیر مسلموں کو سلام کرنا جائز ہے اور سلام کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔تو اسی طرح غیر مسلموں کو ان کے تہواروں پر مبارکباد بھی دیا جا سکتا ہے۔البتہ مشرکین کے دینی تہواروں پر ان کو مبارکباد دینا جائز نہیں ہے اور جو وطنی /ملی تہواریں ہیں جیسے یوم آزادی،برتھ ڈے وغیرہ ان پر مبارکباد دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[13]

غیر مسلم کو ایسے معاملات پر مبارکباد دینا جو ان کے عقائد سے متعلق نہ ہو بلکہ عام معاملات ہو جو سارے انسانوں کو پیش آتے ہو . تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں،جیسے شادی پر مبارکباد دینا غیر مسلم کے ہاں بچے کی ولادت پر انہیں مبارکباد دینا کوئی غیر مسلم سفر سے لوٹنے پر اس کو مبارکباد دینا،اسی طرح عام مسائل جو سماج میں پائی جاتی ہے ، اس پر مبارکباد دیا جا سکتا ہے۔البتہ امام احمدؒ سے ایک روایت میں اس کا مکروہ ہونا منقول ہے۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں :مسلمان کسی غیر مسلم کو مبارکباد دینے میں ایسے الفاظ استعمال نہ کرے جو محبت اور وفاداری پر دلالت کریں مثلاً غیر مسلم کو کہے کہ اللہ تمھیں

---

[12] ابن عابدین الشامی،حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار،(دار الفکر للطباعۃ والنشر بیروت۔1421 ھ- 2000م) ج6ص 413
[13] قرار(3/6)

معزز بنائے وغیرہ ،اسی طرح الفاظ استعال کرنا درست نہیں ہے۔ غیر مسلموں کو ان کے مشرکانہ وکافرانہ تہواروں پر مبارکباد دینا حرام ہے۔اس کی حرمت پر فقہاء کا اتفاق ہے۔مثلاً غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں یا روزوں پر انہیں مبارکباد دینا حرام ہے۔[14]

غیر مسلموں سے ایسے تحائف قبول کرنا جس میں شراب ہو

سوال:کیا غیر مسلم سے ایسا تحفہ قبول کرنا جائز ہے،جس میں شراب ہو،اور کیا اس کو پھر کسی نصرانی دوست کو تحفہ کرنا میرے لئے جائز ہے؟ 15جواب میں کہا گیا کہ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا تحفہ قبول کرے جو کسی حرام چیز پر، مشتمل ہو،کیونکہ حرام چیز متقوم بھی نہیں ہے۔اس وجہ سے پھر اس میں تصرف کرنا اور اس استعمال کرنا اور ھبہ کرنا سب جائز نہیں ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

"إِنَّ رَجُلاً أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاوِيَةَ خَمْرٍ،فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ عَلِمْتَ أَنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَهَا؟قَالَ: لَا،فَسَارَّ إِنْسَانًا،فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَ سَارَرْتَهُ؟فَقَالَ: أَمَرْتُهُ بِبَيْعِهَا،فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا۔[16]

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مشک شراب کی تحفہ لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالی نے حرام کر دیا ہے اس کو؟ “اس نے کہا: نہیں،تب اس نے کان میں دوسرے سے بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : تو نے کیا بات کی۔؟ “وہ بولا: میں نے کہا بیچ ڈال اس کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے۔“ یہ سن کر اس شخص نے مشک کا منہ کھول دیا اور جو کچھ اس میں تھا سب بہہ گیا۔" وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی طریقے سے شراب سے انتفاع حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے ۔شراب کی حرمت پر امت کا اجماع ہے اور اس کو پینا جائز نہیں ہے اسی طرح شراب کی خرید فروخت بھی مسلمانوں کیلئے جائز نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

---

[14] ابن القیمؒ،احکام اہل الذمۃ،ج2ص258۔

[15] فتوی نمبر110(17/8)

[16] مسلم،**المسند الصحیح**،باب تحریم بیع الخمر،رقم،4128

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

"عن عائشة رضي الله عنها: لما نزلت آيات سورة البقرة عن آخرها خرج النبي صلى الله عليه وسلم فقال (حرمت التجارة في الخمر)۔[17]

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سورۃ بقرہ کی تمام آیتیں نازل ہو چکیں (جس میں شراب کی حرمت بیان ہو چکی ہے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ شراب کی تجارت حرام قرار دی گئی ہے۔"

بدائع الصنائع میں ہے کہ:

"أَنَّ بَيْعَ الْخَمْرِ مِنَ الْمُسْلِمِ بَاطِلٌ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِمُتَقَوِّمَةٍ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَلَا يَمْلِكُ ثَمَنَهَا۔[18]"

"مسلمان کیلئے شراب کی تجارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شراب (خمر) مسلمان کے حق میں مال متقوم (قیمتی) نہیں ہے۔

اسی وجہ سے شراب کو ہبہ کرنا وغیرہ اس میں کسی بھی قسم کا تصرف کرنا ممنوع ہے۔

عائلی مسائل سے متعلق فتاویٰ

کونسل نے عائلی مسائل سے متعلق مختلف قسم کے فتاوٰی اور فیصلے صادر کیئے ہیں۔"یورپین افتاء کونسل کا طریقہ کار یہی ہے کہ یورپی مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل قرآن وسنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں ایک جماعت کی متفقہ رائے کے مطابق دیاجاتاہے۔کونسل کے فتاوٰی میں سے فتوٰی بعنوان "نومسلم خاتون کی اپنے شوہر کے ساتھ عارضی سکونت"19 میں کونسل نے جو منہج اپنایاوہ یہ ہے کہ پوری فقہ اسلامی کوایک مشترکہ ورثے کی حیثیت دے کر اس میں یورپ کے حالات کو سامنے رکھ کر ایک رائے اختیار کی گئی تاکہ مسلم اقلیتوں کو اس معاملے میں مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔کیونکہ مسلم اقلیتوں کو درپیش مسائل میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ بیوی تو اسلام قبول کرلے لیکن شوہر اپنے دین پہ قائم رہے۔ تو اس صورت میں یورپی افتاء کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر کتابی میاں بیوی میں سے بیوی اسلام قبول کرلے اور بیوی کو توقع ہو کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس کا شوہر اسلام میں داخل ہوجائے گا تو اس کے نکاح میں باقی رہے گی۔"شریعت اسلامی میں یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے ۔مسلمان مرد اہل کتاب عورت سے شادی کر سکتاہے۔لیکن مسلمان عورت اہل کتاب مرد سے شادی نہیں کر سکتی۔اسی طرح بیوی کے اسلام لانے سے نکاح باقی نہیں رہے گا اور شوہر اگر اسلام

---

[17] بخاری، **الجامع الصحیح**، باب تحریم التجارۃ فی الخمر رقم:2113

[18] کاسانی، بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان، (الناشر: دار الکتب العلمیۃ (ج5ص128

[19] القرارات والفتاوٰی الصادرۃ عن المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث، القرار113، ص183

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

لے آئے تو بیوی اہل کتاب ہونے کے باوجود اس کے نکاح میں رہے گی۔اس مسئلے کے حوالے سے یوسف القرضاویؒ نے ایک سوال کے جواب میں تفصیلی دلائل دیئے ہیں جس میں انہوں نے بیوی کے اسلام لانے کے بعد شوہر کے ساتھ عارضی سکونت کو جائز قرار دیا ہے۔اس مسئلے کے ضمن میں علامہؒ نے امام ابن القیمؒ کی جمع شدہ نو آراء کا ذکر کیا۔جس میں یہ بیان کیا گیا کہ اس مسئلے میں سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔ 20زیادہ محتاط یہ ہے کہ کسی کافر کے مسلمان ہوجانے کی صرف امید اور لالچ کسی مسلمان عورت کیلئے اس سے نکاح کرنے کی وجہ جواز نہیں بن سکتی ہے،اور نہ ہی اس قسم کی خیالی امید اور لالچ کسی حرام کام کو حلال کر سکتی ہے۔اسی طرح اگر کوئی عورت مسلمان ہوجائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کے صرف اسلام لانے سے ہی نکاح ختم ہوجائے گا۔

جج کا شوہر کو خلع قبول کرنے کا پابند کرنا

"کونسل نے مغرب میں مسلمانوں کی صورت حال کے سلسلے میں اس مسئلے کہ جج شوہر کو خلع قبول کرنے کا پابند کرتا ہے کا جائزہ لیا ہے اور تحقیق اور بحث کے بعد فیصلہ کیا کہ "اگر متاثرہ عورت اپنا معاملہ یورپ میں مسلمانوں کی شرعی عدالتی کونسلوں کے سامنے اٹھاتی ہے اور اپنے شوہر سے خلع کی درخواست کرتی ہے،عدالتی طریقہ کار کا تقاضا ہے کہ جج کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شوہر کو معاوضہ قبول کرنے اگر اس کیلئے نقصان ثابت ہوجائے اور اپنی بیوی کو طلاق دینے کا پابند کرے۔یہ طریقہ اپنانے سے قبل وہ اس طریقے پر عمل کرے کہ یا وہ خود صلح کروائے یا وہ دونوں ثالثوں کو حکم دے کہ وہ نکاح برقرار رکھنے کیلئے ان میں صلح کرائیں اور اگر اصلاح پر کام کیا ہو اور یہ ممکن نہ ہو تو شوہر کو طلاق دینے یا خلع قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہوگا۔شوہر کا خلع قبول کرنے سے انکار میں علیحدگی کا حکم ہے تاکہ شوہر ہٹ دھرمی کی وجہ سے عورت کا نقصان پورا کرنے کا مقصد حاصل کیا جاسکے۔[21]

"اسلام میں ایسے تنازعات جن کا فیصلہ اس مسئلے کے دونوں فریق آپس میں مل بیٹھ کر حل نہ کرسکیں تو ان کیلئے ایسی صورت حال میں عدالت کی طرف رجوع کرنے کا راستہ رکھا گیا ہے۔انہیں تنازعات میں سے میاں بیوی کے آپس کے اختلافات بھی ہیں اور تاریخ اسلام کو مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ

---

[20] یوسف القرضاوی،فقہ الاقلیات مسلم اقلیتوں کو درپیش مخصوص مسائل کی بابت شرعی رہنمائی،ص 148/184

[21] القرارات والفتاوی الصادرۃ عن المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث،قرار 81،ص144۔

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

گھریلو اختلاف کی وجہ سے سب سے پہلا مقدمہ جو درج ہوا ہے اور جس میں علیحدگی کا مطالبہ کیا گیا تھا وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا مقدمہ تھا"۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی خلفائے راشدین کے دور میں عورتیں گھریلو ناچاقیوں کی شکایات لے کر آتی رہیں ہیں اور ان میں بعض اوقات خلع کے فیصلے بھی کئے گئے۔اس حوالے سے کہ خلع کیلئے عدالت سے مدد لی جا سکتی ہے، کوئی نیا تصور نہیں ہے بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک مثلاً سعید بن جبیر، ابن سیرین کے نزدیک خلع کیلئے عدالت ہی سے فیصلہ حاصل کرنا ضروری ہے۔[22]

"عدالتی خلع کے حوالے سے بعض علماء شدید اختلاف رکھتے ہیں اور وہ خلع کے معاملے میں قاضی کو بالکل بھی اختیار نہیں دیتے اور اس کے حق میں نہیں ہیں ان کا کہنا ہے کہ خلع مکمل طور پر میاں بیوی کے درمیان ہونے والا معاملہ ہے اس میں کسی اور کو دخل کا کوئی حق نہیں ہے 23۔ خلع میں جو بھی فیصلہ ہوگا اس میں دونوں کی رضامندی کا اعتبار کیا جائے گا"۔ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا "فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔البتہ کچھ علماء قاضی کو بھی خلع کے معاملے میں فیصلہ کرنے کا حق دیتے ہیں اگر شوہر خلع کیلئے راضی نہیں ہوتا اور معاملہ اس حد تک خراب ہو جاتا ہے کہ دونوں کا حدود اللہ کو برقرار رکھنا ممکن نہیں تو پھر شوہر کی مرضی کے برخلاف قاضی کو خلع کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے"۔ کونسل کے فیصلے کے مطابق اگر میاں بیوی کے درمیان صلح ممکن نہ ہو اور شوہر خلع قبول کرنے سے انکار کرے تو عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شوہر کو خلع پر آمادہ کرے۔اور عدالت شوہر کے رضامندی کے بغیر بھی نکاح کو ختم کرنے کی پابند ہے۔

مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد سے نکاح

اس حوالے کونسل نے پیش کئے گئے سوال کا جو فتویٰ دیا ہے وہ یہ ہے:

میں ایک بیس سال کی لڑکی ہوں، اور ایک عیسائی نوجوان مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے، وہ روزہ رکھنے کے لیے تیار ہے اور دین اسلام کے فرائض کا احترام کرتا ہے، اور اسے مستقبل میں ہمارے بچوں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں اس نکاح کا حکم جاننا چاہتا ہوں؟

اس سوال کے جواب میں کہا گیا کہ مسلمان عورت کے لیے کسی بھی حالت میں کسی غیر مسلم مرد سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ شخص اہل کتاب میں سے ہو یا کسی اور میں سے،

---

[22] ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، الجامع لاحکام القرآن (دار الفکر بیروت، 1415ھ)، 128/2

[23] محمد اسماعیل اویس، خلع میں شوہر کی رضامندی کے دلائل اور عدالت کا دائرہ اختیار: تجزیاتی مطالعہ، http:/www.al-tafseer.org/index.php/at/article/view/133.

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

اگرچہ شوہر اس بات کا وعدہ کرے کہ وہ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ شادی کے بعد اس کے مذہب میں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مذہب کے اختلاف کے ساتھ شادی کی اجازت دی تو اس نے ایک مسلمان کی پاک دامن عورت سے شادی کے علاوہ کسی چیز کی اجازت نہیں دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تمہارے لیے چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاک دامن عورتیں مومن عورتوں میں سے ان لوگوں سے زیادہ معزز ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔} [المائدہ: 5]، اور مسلمان عورت کی غیر مسلم مرد سے شادی کی ممانعت میں اصل کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ہے کہ اسے اس کے دین میں محفوظ رکھا جائے اور اسے شوہر کے اثر سے بچایا جائے، خواہ غیر ارادی طور پر، اس سلسلے میں اس کی یا اس کی اولاد۔ چونکہ شوہر ذمہ دار اور خیال رکھنے والا ہے، اس لیے وہ عورت اور اس کے بچوں سمیت اس پر اثر انداز ہونے کے قابل ہے۔[24]

اس بات پر فقہائے امت کا اجماع ہے کہ مسلمان عورت کیلئے کسی بھی غیر مسلم مرد سے نکاح جائز نہیں ہے چاہے وہ غیر مسلم اہل کتاب کیوں نہ ہو یعنی عیسائی یا یہودی کیوں نہ ہو پھر بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ یا دہری اور مشرک ہو پھر بھی جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ۔[25]

"اور نکاح نہ کر دیا کرو (اپنی عورتوں کا) مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور بیشک مؤمن غلام بہتر ہے مشرک سے، اگرچہ وہ پسند آئیں تمہیں"۔

یہ آیت اس بات میں صریح ہے کہ مشرک مرد سے مؤمن عورت کا نکاح جائز نہیں ہے۔ اور یہی راجح ہے۔

یورپ میں کتابیہ عورت سے شادی کرنا

کونسل سے کئے گئے ایک سوال میں ہے کہ میں ایک انجینئر ہوں جو رومانیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، میں 32 سال کا اکیلا آدمی ہوں، میں نماز پڑھتا ہوں اور اپنے مذہب کو برقرار رکھتا ہوں۔ مجھے یہ بہت مشکل لگتا ہے کہ اگر میں اس ملک کی عورت

---

[24] فتویٰ، 115/ (18/1)

[25] القرآن: سورۃ البقرہ آیت نمبر 221

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

سے شادی کرلیتاہوں جہاں سے میں آیاہوں تورومانیہ کے حکام اس بیوی کو میرے ساتھ رہنے کے لیے ویزہ دینے سے انکار کر دیں گے کہ رومانیہ میں ایک اچھی مسلمان بیوی کا حصول انتہائی مشکل ہے۔ مشکل سے میری یہاں ایک مسلمان عورت سے منگنی ہوئی، لیکن میری مالی حالت مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرنے کی وجہ تھی، اور میرے ارد گرد کے فتنے بہت زیادہ ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا میرے لیے دوران تعلیم رومانیہ کی لڑکی سے شادی کرنا جائز ہے؟ یہ جانتے ہوئے کہ زیادہ تر صورتوں میں رومانیہ کی لڑکیاں پندرہ سال کی عمر کے بعد اپنا کنوارہ پن برقرار نہیں رکھتیں، میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر اس کے معاملات طے پاجائیں اور وہ خود کر لے تو شادی کو جاری رکھوں گا؟ کیا میں اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر اس سے شادی کر سکتا ہوں، کیونکہ اس کے والد نے اس کی شادی کسی عرب یا مسلمان سے کرنے سے انکار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک پاک دامن عیسائی عورت سے نکاح کی اجازت یہ کہہ کر دی: "

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ۔[26]

"اور پاک دامن عورتیں مومن عورتوں میں سے ہیں اور پاک دامن عورتیں ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ "

یہاں پر پاکیزہ عورت وہ پاکدامن عورت ہے جو زانیہ نہیں ہے جیسا کہ جمہور مفسرین کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زانیہ عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ جمہور نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر مسلمان زانیہ توبہ کر لے تو اس سے نکاح جائز ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کی زانیہ عورت اس حکم میں مسلمان زانیہ کی طرح ہے، لہٰذا اگر وہ زنا ترک کر دے تو اس سے نکاح جائز ہے، لیکن اگر وہ اصرار کرے۔ اس پر اس سے نکاح جائز نہیں۔ اگر آپ کو جس شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ رومانیہ میں رہنے اور شادی کی دشواری کی وجہ سے ہے جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے تو پھر بائبل کی رومانیہ لڑکی کو منتخب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس شرط پر کہ وہ زنا سے باز رہے اور حیض کے ذریعے اپنے رحم کو پاک کرے۔ جہاں تک کسی لڑکی سے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا جمہور علماء کے نزدیک باطل ہے اگر وہ مسلمان ہو اور اس کا ولی مسلمان ہو اسی طرح جمہور فقہاء نے کتاب میں اس شرط کو مد نظر رکھا ہے۔ جب وہ کسی مسلمان سے شادی کرتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ بیوی کے ولی کی منظوری غیر اسلامی معاشروں میں بھی ایک رواج تھا، حالانکہ عصری

[26] القرآن: سورۃ المائدۃ آیت نمبر: 5

غیر مسلم معاشروں میں صورت حال مختلف ہے، اور ان کے اکثر قوانین ولی کی منظوری کو شرط نہیں سمجھتے۔ آپ رومانیہ کی عورت کے ساتھ جو معاہدہ کرتے ہیں وہ رومانیہ کے قانون کے ساتھ مشروط ہے اگر اس قانون میں اس کے سرپرست کی منظوری شرط نہیں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔تمام معاملات میں، آپ کو ہمارا مشورہ ہے کہ اس کے خاندان کے معاہدے کو زیادہ سے زیادہ یقینی بنائیں، کیونکہ یہ تعلقات کے تسلسل کے لیے زیادہ ضروری ہے۔[27]

فقہائے سلف وخلف کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نکاح کرنے میں ہمیشہ مسلمان خاتون کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: (تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ[28]

"عورت کو چار بنیادوں پر نکاح میں لایا جاتا ہے ،مال کی وجہ سے،جمال کی وجہ سے،خاندانی حسب ونسب کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے ۔ تم دین والی خاتون کو ترجیح دو اور کامیاب ہوجاؤ،اللہ تمہارے ہاتھوں کو ہمیشہ تر رکھے۔"

اب رہا کتابیہ سے نکاح کا مسئلہ تو اس حوالے سے یورپین افتاء کونسل نے جواز کا فتوٰی دیا ہے اور یہ بالکل درست ہے بلکہ جمہور اہل علم اور فقہائے کرام نے کتابیہ عورت سے نکاح کو حلال مانا29۔لہذا اگر یورپ میں کوئی مسلمان کتابیہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو ان کیلئے یہ جائز ہے۔

فقہ المعاملات سے متعلق چند مسائل کے فتاویٰ کا تجزیہ

ان مسائل میں سب سے نمایاں یورپ میں مسلمانوں کیلئے سودی بینک کے قرضوں کیساتھ گھر خریدنے کا مسئلہ ہے۔یورپ ممالک میں جو یہ مکانات کا عمومی مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ روایتی بنکوں کے ذریعے سود پر قرض لے کر گھر خریدنا،کونسل نے اس معاملے کا جائزہ لیا۔اور اس موضوع پر حامیوں اور مخالفین کے مابین کئی تحقیقی مقالے پیش کئے گئے، جنھیں کونسل میں پڑھ کر سنایا گیا،پھر تمام اراکین نے ان پر بحث کی، جس کے بعد کونسل نے اپنے ارکین کی اکثریت کے ساتھ یہ نتائج اخذ کئے:

---

[27]فتوٰی،90(1/15)

[28]بخاری الجامع الصحیح رقم،5090۔مسلم المسند الصحیح،1466

[29]مسلم اقلیتوں کے شرعی مسائل،ذکی الرحمٰن،ص808

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

سود کی حرمت کے بارے میں امت کے متفقہ فیصلے کی کونسل تائید کرتا ہے،اور یہ سات مہلک گناہوں میں سے ایک ہے،اور ان بڑے گناہوں میں سے ایک ہے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ ہیں۔اور اسلامی فقہ کونسل کے فیصلے کی بھی تائید کرتا ہے کے فوائد (profit) سود ہے اور حرام ہے۔

کونسل یورپ کے مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ جائز متبادل تلاش کرنے کی کوشش کریں،جس میں کوئی ممانعت نہ ہو،جب تک وہ ایسا کرنے کے قابل ہوں جیسے کہ بیع المرابحہ جسے اسلامی بینک استعمال کرتے ہیں اور اسلامی کمپنیاں قائم کرنا جو آسان شرائط پر بینک قائم کریں جو مسلم عوام کیلئے قابل قبول ہوں وغیرہ۔

وہ یورپ کے اسلامی اداروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ روایتی یورپی بینکوں کے ساتھ بات چیت کریں،اس لین دین کو شرعی طور پر قابل قبول طریقے میں تبدیل کریں جیسے کہ بیع التقسیط جس میں مدت میں اضافے کے بدلے قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے۔اس سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جو اس طریقے کی بنیاد پر لین دین کرتے ہیں اس سے آسانی سے نمٹ لے گی،یہی کچھ بعض یورپی ممالک میں رائج ہے۔اور ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے بڑی مغربی بینک اسلامی ممالک میں اپنی شاخیں کھول رہے ہیں اور اسلامی شریعت کے مطابق لین دین کرتے ہیں ۔جیسا کہ بحرین اور دیگر جگہوں پر ہے۔

اور اگر یہ اس وقت ممکن نہیں ہے تو کونسل شرعی دلائل،قواعد وضوابط کی روشنی میں اس طریقہ کار کا سہارا لینے میں یعنی گھر خریدنے کیلئے سودی قرض لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی۔ایک مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی رہائش کی ضرورت ہوتی ہے،بشرطیکہ اس کے پاس اس کیلئے دوسرا امکان موجود نہ ہو،اور یہ اس کی اصل رہائش ہو،اور اس کے پاس اضافی رقم نہ ہو جو اسے اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے خریدنے کے قابل بنائے۔

اس فتوی میں کونسل کا بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ ضروریات ممنوعات کو جائز بناتی ہے۔یہ ایک متفقہ قاعدہ ہے ،جسے پانچ مقامات پر قرآن کے نصوص سے لیا گیا ہے،جس میں سورۃ الانعام۔وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ۔ [30]اسی سورۃ میں حرام کھانوں کے ذکر کے بعد فرمایا:(فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا

[30] القرآن:سورۃ الانعام آیت نمبر 119

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ) [31] فقہاء نے یہاں جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ حاجت کو ضرورت کے درجہ تک کم کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ مخصوص ہو یا عام۔ اور حاجت یہ کہ اگر اسے پورا نہ کیا جائے تو مسلمان مشکل میں پڑے گا خواہ وہ زندہ رہ سکے جبکہ ضرورت اس کے برعکس ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن کے نصوص سے اس امت سے تنگی کو دور کر دیا جیسا کہ سورہ حج میں فرمایا: (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) [32] وہ مکان جو گنجائش، سہولیات وغیرہ کے ذریعے مسلمان مشکلات کو دور کرے وہی اس کے لئے مناسب ہے۔ رہائش بلاشبہ مسلمان فرد اور اسکے خاندان کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَنًا) [33] اور نبی ﷺ نے کشادہ مکان کو خوشی کے چار عناصر میں سے ایک بنایا۔ کرائے کا مکان نہ تو مسلمان کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اور نہ ہی اس سے وہ خود کو محفوظ محسوس کرتا ہے لہٰذا اسے کسی بھی صورت میں اسے اس گھر سے بے دخل کیا جا سکتا ہے، جیسے اگر اس کے بہت سے بچے ہوں یا بہت سے مہمان ہوں اور اگر اس کی عمر بڑھ جائے یا اس کی آمدنی کم ہو جائے یا منقطع ہو جائے اور اسے پناہ نہ ملے۔

ہر مسلمان کیلئے اپنا مسکن انفرادی ضرورت کے علاوہ یورپ میں اقلیت میں رہنے والے مسلمانوں کی عمومی ضرورت ہے۔ جو مسلمانوں کی حالات زندگی کو بہتر بنانے کیلئے ان کی نمائندگی کرتا ہے تاکہ معاشرے میں ان کا وقار بلند ہو، اور وہ لوگوں کے لئے بہترین امت بن سکیں اور وہ غیر مسلموں سے تعلق رکھنے کے اہل ہوں اور ان کے سامنے اسلام کی روشن تصویر بن سکیں۔ اور یہ ان پر معاشی دباؤ سے آزاد ہونے پر مشتمل ہے۔ تاکہ وہ اپنے مذہب اور معاشرے کیلئے اچھی شہریت کے تقاضے پورے کریں اور عام معاشرے کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان اپنے گھر کے کرایہ اور رہائش کے اخراجات کی قیمت ادا کرنے کیلئے اپنی ساری زندگی محنت اور وقف نہ کرے اور اپنے دین کو سیکھنے اور اپنے معاشرے کی خدمت کرنے کا موقع نہ پائے۔ سود بذات خود حرام ہے اور کسی صورت میں بھی جائز نہیں، لیکن اس کے ساتھ آنے والے ٹیکس کی ممانعت جو کہ سنت میں موجود ہے وہ صرف سود کھانے کا سد ذریعہ ہے، یہ اسباب کی ممانعت کا معاملہ ہے، مقاصد کی ممانعت کا نہیں جیسا کہ اس کیلئے لکھنا اور اس کے خلاف گواہی دینا حرام ہے۔ یہاں کے معروف

---

[31] القرآن: سورۃ الانعام آیت نمبر 145

[32] القرآن: سورۃ الحج آیت نمبر 78

[33] القرآن: سورۃ النحل آیت نمبر 80

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

احکام میں سے یہ ہے کہ جو چیز فی نفسہ حرام ہے وہ ضرورت کے علاوہ جائز نہیں ہے اور جو چیز سد ذریعہ کے ساتھ حرام ہے وہ حاجت کیلئے جائز ہے۔ یہ فقہاء کی طرف سے مقرر کیا گیا کہ حلال کے دروازے اس کے لئے بند ہو جائیں تو انہوں نے ضرورت کیلئے سود لینے کی اجازت دی تھی۔[34]

متعلقہ مسئلے پر تجزیہ

جواز کے قائلین: کونسل سمیت چند دیگر معاصر علماء جس میں شیخ مصطفٰی زرقاءؒ۔

معاصر دور کے فقیہ شیخ مصطفٰی زرقاءؒ فرماتے ہیں کہ "اس معاملے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے کہ انٹرسٹ پر بینک سے ہوم لون لیا جائے اور اس کے نتیجے میں گھر کی ملکیت حاصل ہو۔اور قسطوں میں سود سمیت بینک کا قرض بڑھا چڑھا کر ادا کر دیا جائے۔"[35]

جمہور سلف وخلف: جمہور کا ماننا ہے کہ سود پر قرضہ لینا اور دینا ہر جگہ حرام ہے۔اسی طرح معاصر دور میں بہت سارے فورموں نے بھی اسی پر فتوٰی دیا ہے۔جیسے کہ رابطہ عالم اسلامی کے تحت کام کرنے والا فقہی فورم (جدہ سعودی عرب سن 1190ء میں)،یا امریکہ کا ڈنمارک کانفرنس سن 2004ء میں)فقہائے شریعت بورڈ(دیکھیں مجلة مجمع الفقه الاسلامی ،العدد السادس:1/187۔قرارات وتوصیات المؤتمر الثانی لمجمع فقهاء الشریعة بامریکا:ص102/100)۔

کونسل کے فتوے پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا محل نظر غیر مسلم ممالک میں حالت اضطرار میں بینک سے سودی قرضہ لے کر گھر خریدا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ کونسل نے جس شرعی قاعدے کو بنیاد بنا کر جواز کا فتوٰی دیا ہے انہیں ہم یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

وہ بنیادی قاعدہ جو کونسل نے سود بینک سے قرض کے جواز کیلئے بنیاد بنایا ہے۔(الضرورات تبیح المحظورات)" 36 کہ اضطراری حالت میں ممنوعہ چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں۔"

ان کا کہنا ہے کہ اگر غور کیا جائے تو غیر مسلم ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہے وہاں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام بڑے دل و گردے کا کام ہے۔دعوتی کام کرنے والے نفسیاتی طور سے آسودہ اور مطمئن ہونا بہت ضروری ہے اور یہ اطمئنان وقلبی سکون کسی انسان کو اسی وقت نصیب ہو پاتا ہے

---

[34] قرار7،ص23/25

[35] فتاوٰی شیخ زرقاء،ص620/626

[36] الاشباہ والنظائر،سیوطی،ص84

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

جب اس کا اپنا ذاتی گھر ہو، اور گھر بھی مناسب جگہ پر ہو اور مناسب جگہ کرائے پر ملنا اور اپنی مرضی سے وہاں آمد ورفت کے اوقات طے کرنا کرائے پر میسر مکانوں میں تقریباً ناممکن ہے۔ کرائے کے مکانوں میں رہنے والوں کو وہ سہولیات اور وہ ساز وسامان میسر نہیں ہو پاتے جو بینک کے ذریعے خریدے گئے مکانوں اور فلیٹوں میں اسے میسر ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر مسلمان فیملی کو اپنا ذاتی مکان مل جائے تو وہ زیادہ آزادی کیساتھ وہاں دینے شعائر و عبادات پر عمل کر سکتاہے۔ اپنی مرضی سے آنے جانے والوں کی روک تھام اور مہمانوں کی ضیافت، نیز اسلامی پروگراموں کا انعقاد کر سکتاہے وغیرہ یہ مسلم اقلیتوں کے ایسے مسائل ہیں جن کی وجہ سے بینک سے سودی قرضے کے معاملے میں رخصت کی راہ اختیار کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

پہلا فقہی قاعدہ (الضرورات تبیح المحظورات) اور اس کا جواب

پہلی بات تو یہی تسلیم نہیں ہے کہ اضطراری حالات مکان کی خریداری کے متقاضی ہوتے بھی ہیں۔ اضطراری حالات تو بس اس کے متقاضی ہوتے ہیں کہ انسان کو رہنے کیلئے جگہ مل جائے اور یہ ضرورت کرائے کے مکانوں سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔ شریعت میں، یا حقائق کی دنیا ایسی کوئی شق نہیں پائی جاتی کہ مکان کا مالک بننا ہی اصل انسانی ضرورت کی تکمیل ہے، شہروں میں تو بیشتر لوگ ساری ساری زندگی کرائے کے مکان میں گزارتے دیتے ہیں، گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اضطراری حالات اسی وقت معتبر ہونگے جب رہنے کا کوئی ٹھکانا میسر نہ ہو، اس بنیاد پر نہیں کہ رہنے کا ٹھکانا اپنی ذاتی ملکیت نہ ہو۔[37]

اس فقہی قاعدے کو تو اس وقت سامنے رکھا جا سکتاہے جب کسی غیر اسلامی ملک میں قانونی طور پر ہر رہنے والے کو پابند کیا جائے کہ یہاں رہنا ہے تو ضرور بالضرور اپنا مکان خرید کر بس جاؤ، کرائے کے مکانات دستوری طور پر ممنوع ہیں۔ اگر کسی ملک کا یہ قانون ہو اور مکان خریدنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو کہ بینک سے سودی قرضہ لے کر مکان خریدا جائے، صرف ایسے موقع پر تو مانا جائے گا کہ یہ معاملہ حالت اضطرار کو پہنچ گیا ہے اور وہاں اس قاعدے کو مستدل بناتے ہوئے جواز کی بات کہی جا سکتی ہے۔ مگر حقیقت واقعہ یہ ہے کہ نہ اس طرح کا کوئی قانون دنیا کی کسی ملک میں موجود ہے اور نہ ہر ایک کے ساتھ یہی بات لازماً ہوتی ہے کہ سودی قرضے کے علاوہ مکان کی خریداری کا کوئی دوسرا راستہ نہیں پایا جاتا۔ دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ اگرچہ یہ فقہی قاعدہ مسلم اور معترف ہے

---

[37] فلاحی، ذکی الدین، مسلم اقلیتوں کے شرعی مسائل، ص591

AL- ANFAL
SLOGAN HERE

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

AL- ANFAL
SLOGAN HERE

ہے، مگر جن علمائے اصول نے اس قاعدے کو بیان کیا ہے انہوں نے ہی اس قاعدے کے نفاذ کیلئے چند شرائط بھی ذکر کیئے ہیں۔

یہ قاعدے کی عملی تطبیق کے وقت چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ واقعی میں اضطراری حالات پیدا ہوگئے ہوں، یعنی اضطرار کا یقین ہو یا کم از کم ظن غالب ہو۔ اضطراری حالات کا دعویٰ کسی فرد واحد کی کہنے پر قبول نہیں کر لیا جائے گا، بلکہ ملک کے اصحاب علم وبصیرت غور کریں گے، ایسے علماء دین بتائیں گے جن کے بارے میں خلق خدا کو اچھا گمان ہے کہ وہ خواہشات نفس کی پیروی نہیں کرتے اور شریعت کا حکم بھی کما حقہ بیان کرتے ہیں۔ صرف ایک آدمی کہنے سے اس طرح کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دیکھئے جس میں حالت اضطرار میں حرام کھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اضطرار پر مبنی رخصتوں کیلئے یہ آیت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

"إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔"[38]

ترجمہ: "اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت میں حرام چیز کے استعمال کرنے کی اجازت جن شرطوں کیساتھ دی گئی ہے ان میں ایک یہ کہ واقعی مجبوری کی حالت ہو، مثلاً بھوک یا پیاس سے جان پر آئی ہو یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور اس حالت میں حرام چیز کے سوا اور کوئی چیز میسر نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ خدا کے قانون کو توڑنے کی خواہش دل میں موجود نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے، مثلاً حرام چیز کے چند لقمے یا چند قطرے یا چند گھونٹ اگر جان بچا سکتے ہوں تو ان سے زیادہ اس چیز کا استعمال نہ ہونے پائے۔ اس سے اپنے آپ یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ مجبوری کی حالت میں جس چیز کو لینا

---

[38] القرآن، سورۃ البقرۃ آیت نمبر 173

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

جائز ہوتا ہے مجبوری کی حالت سے خارج اس کا لینا حرام ہے۔ نیز اس میں بھی حد سے تجاوز نہ کیا جائے کیونکہ اہل علم کے اتفاق رائے سے یہ بات ثابت ہے کہ اضطراری حالات میں جس حرام کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے وہ بقدر ضرورت ہے، اس سے زیادہ کرنے والا حرام کا مرتکب شمار ہوگا۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ حالت اضطرار میں اس قاعدے کو تطبیق دیتے ہوئے شرعی مقاصد خمسہ کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ یعنی سب سے پہلے دین پر واقع ضرر یا نقصان کو دور کیا جائے، بعد ازاں ترتیب کے ساتھ جان، عقل، نسل اور مال پر واقع ضرر کو دور کیا جائے۔ نیز یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اس قاعدے کی تطبیق سے کونسی شخصی یا معاشرتی مصلحت پوری ہو رہی ہے، اگر مصلحت سرے سے شریعت کی نگاہ میں معتبر ہی نہ ہو، یعنی شریعت نے اسے فاسد قرار دیا ہو، تو اس کی کا خاطر کسی حرام شے کو مباح نہیں بنایا جائے گا۔ ایک اور شرط یہ ہے کہ حالت اضطراری کی بنیاد پر کسی ایسی حرام چیز کو جائز نہیں بنایا جائے گا جس کے نتیجے میں پچھلی ضرر سے زیادہ بڑی ضرر ہو جاتی ہو۔ چنانچہ حالت اضطرار کی پریشانی کو بنیاد بنا کر کسی ایسے حرام عمل کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا جو اس سے زیادہ خطرناک اور پریشان کن واقع ہوتا ہو۔ اگر حالات ایسے ہوں تو کم نقصان والی مصیبت اور مضرت کو برداشت کیا جائے گا اور زیادہ بڑی مصیبت کو سے اجتناب کیا جائے گا۔[39]

ہمیں کہنے میں ہچکچاہٹ نہیں کہ اس قاعدے کے نفاذ کیلئے یہ لازمی شروط گھر کیلئے بینک سے سودی قرضہ لینے پر صادق نہیں آتی ہیں۔ لہٰذا سودی بینک سے قرض لینے کیلئے اس قاعدے کو بنیاد بنانا اس صورت میں بلکل بھی درست نہیں ہے۔ اسی وجہ سے غیر مسلم ممالک میں گھر کیلئے سودی بینک سے قرض لینا جائز نہیں ہے۔ اسی لئے مسلم اقلیتوں کو سودی لین دین سے بچنا چاہئیے۔

عوامی املاک اور مردوں کی تدفین کی انشورنس کے حوالے سے کونسل کا فتویٰ

سوال: جائیداد اور عوامی مقامات کی انشورنس اور اجتماعی تدفین کی انشورنس کا کیا حکم ہے؟ تجارتی انشورنس کمپنیوں کے ساتھ بیمہ جائز نہیں ہے۔ جو کسی ابہام کی موجودگی کی وجہ سے چیز کے ہونے اور اس کے نہ ہونے کے درمیان تذبذب ہے۔ بیمہ دار چند قسطوں کے بعد معاوضے سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، یا خطرے کی عدم موجودگی کی وجہ سے کئی قسطیں ادا کرتا ہے اور معاوضہ وصول نہیں کر سکتا۔ کمپنی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ لہٰذا قانون دان اس کی ایک ممکنہ معاہدہ کے طور پر درجہ بندی کرتے ہیں۔ اس میں بہت زیادہ دھوکہ، ابہام اور معاوضے پر

---

[39] ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص 87

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

مبنی لین دین شامل ہے۔ اس کا متبادل اسلامی انشورنس ہے جو انشورنس پالیسی ہولڈرز کے ایک گروپ کے درمیان تبرع پر مبنی ہے اور ان سے عطیہ کردہ معاوضے سے فائدہ اٹھانا اور اضافی رقم انہیں واپس کرنا ہے۔ یورپ میں کو آپریٹو انشورنس کمپنیوں کا سہارا لینا ممکن ہے، چاہے وہ اسلامی کمپنیاں نہ ہوں کیونکہ وہ ان (اسلامی کمپنیوں) کے قریب ہیں۔ البتہ اگر کسی خاص ماحول میں متبادل میسر نہ ہو اور تجارتی انشورنس کمپنیوں کے پاس بیمہ کی ضرورت پڑے تو ضرورت کیلئے جائز ہے کیونکہ متبادل نہ ہونے کی وجہ سے ضرورت کے وقت غرر متجاوز عنہ ہوجاتا ہے۔ فقہاء نے یہ شرط رکھی ہے کہ عام حاجت فرد کے حق میں ایک خاص ضرورت کے درجہ پر آتی ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں: اصول یہ ہے کہ اگر چیزیں تنگ ہوجائیں تو وہ پھیل جاتی ہیں۔" اور مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے "حاجت خاصہ یا حاجت عامہ ضرورت کا درجہ پا جائے گی۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: تمام شریعت اس حقیقت پر مبنی ہے کہ وہ برائی جو کہ حرمت کا تقاضا کرتی ہے، اگر کسی راجح ضرورت سے ٹکرائے گی تو حرام کو جائز قرار دیا جائے گا۔"

امام الزیلعی الحنفی کہتے ہیں: ہر وہ چیز جس کی ضرورت تھی اس میں زیادہ وسعت دی گئی۔"

چونکہ مغربی ممالک میں مرنے والے مسلمانوں کی تدفین ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور بوجھ بن چکا ہے اور اکثریت اس کے اخراجات پورے کرنے یا ان کی لاشوں کو اپنے آبائی ممالک تک پہنچانے قاصر ہے، اس لئے تجارتی کمپنیوں کے ساتھ گروپ انشورنس کا سہارا لینے میں کوئی شرعی اعتراض نہیں ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اسلامی انشورنس کمپنیاں تیار نہ کرے۔

کونسل قرارداد (23(7/6) میں مذکور ہیں اپنی شفارس کی تصدیق کرتی ہے، جس میں لکھا ہے: کونسل سفارش کرتی ہے کہ مال وعقل وخرد کے حامل افراد جہاں تک وہ کر سکتے ہیں اسلامی مالیاتی ادارے جیسے کہ اسلامی بینک اور اسلامی تکافل انشورنس کمپنیاں قائم کرنے کی کوشش کریں۔[40]

تجزیہ

---

[40] القرارات والفتاویٰ الصادرۃ عن المجلس الاوروبی للافتاء والتحقیق، فتویٰ 61، ص250

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

اس صورت میں چونکہ مجبوری ہے اور کوئی دوسرا حل بھی ممکن نہیں ہے اس وجہ سے بہت سے علماء کرام نے بہ حالت مجبوری انشورینس کے جواز کی بات تو کہی ہے مگر اسے مکروہ مانا ہے، یعنی جیسے ہی مجبوری کم یا ختم ہو جائے فی الفور اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔41

نتائج مقالہ

مقالہ میں درج ذیل نتائج اخذ کئے گئے ہیں:

1. یورپین کونسل برائے افتاء و تحقیق اجتماعی اجتہاد کا ایک ادارہ ہے اور یہ ادارہ 1997ء کو معرض وجود میں آیا ہے۔ اس ادارے کا کام ہے اجتماعی فتاوٰی جاری کرتا ہے، کونسل اپنی تاسیس (1997ء) سے لیکر اب تک 33 اجلاس کر چکی ہے اور اب تک 241 مختلف نوعیت کے فتاوٰی صادر کر چکی ہے۔
2. یورپین افتاء کونسل کے مصادر قرآن و سنت، اجماع اور قیاس کیساتھ ساتھ وہ مصادر بھی ہے جو متفق علیہ تو نہیں ہے لیکن ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، جیسے استحسان، مصالح مرسلہ، سد ذرائع، استصحاب اور عرف وغیرہ۔
3. کونسل کا مجموعی طور پر اجتہاد کا منہج وہی ہے جو جمہور کا ہے۔ البتہ بعض مسائل میں کونسل نے آزاد اجتہاد کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں پھر شاذ فتاوٰی پر عمل کرنے کی راہ کھل جائے گی۔
4. فقہ الاقلیات کا معنی ہے غیر مسلم معاشرے میں مسلمانوں کی شرعی رہنمائی کرنا، یہ دور جدید کی ایک نئی اصطلاح ہے جو کہ حالات اور زمانے کو مد نظر رکھ کر وضع کی گئی ہے۔
5. غیر مسلم کو سلام کرنے میں اگر کوئی مصلحت ہو تو سلام کیا جا سکتا ہے۔
6. یورپی ممالک میں مسلمانوں کیلئے سودی بینک سے قرض لے کر گھر خریدنا جائز نہیں ہے اگر چہ یورپی افتاء کونسل نے جواز کا فتوٰی دیا ہے لیکن وہ محل نظر ہے، کیونکہ یہ وہ اضطراری حالت نہیں ہے جس میں حرام کا استعمال جائز ہو۔
7. انشورنس غرر اور سود کی وجہ سے حرام ہے اس وجہ سے اجتناب ضروری ہے۔ اور انشورنس کا اسلامی متبادل جو کہ تکافل کی صورت میں موجود ہے اس وجہ سے اس کو بروئے کار لانا چاہیئے۔

---

41 عبداللہ ابن بیہ، صناعۃ الفتاوٰی وفقہ الاقلیات، ص 392

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No.1 (2025)

8. غیر مسلم کو ایسے معاملات پر مبارکباد دینا جو ان کے عقائد سے متعلق نہ ہو بلکہ عام معاملات ہو جو سارے انسانوں کو پیش آتے ہو جیسے شادی، بچے کی ولادت وغیرہ پر مبارکباد دینا جائز ہے۔

9. شراب کی حرمت پر امت کا اجماع ہے اس کو پینا جس طرح حرام ہے اس طرح اس کی خرید و فروخت بھی مسلمانوں کیلئے جائز نہیں ہے۔

10. نو مسلم عورت کیلئے اپنے غیر مسلم شوہر کیساتھ عارضی طور پر سکونت اختیار کرنے کے حوالے سے کونسل نے جواز مطلق جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہ راجح ہے۔